سیرتِ نبویؐ

مسز عطیہ انعام الٰہی

حبِ رسولؐ اور اس کے عملی تقاضے☆

اس جہانِ رنگ و بو میں شیطان کے حملوں سے بچتے ہوئے شریعتِ الٰہیہ کے مطابق زندگی گزارنا ایک انتہائی دشوار امر ہے۔ مگر اللہ ربّ العزت نے اس کو ہمارے لئے یوں آسان بنا دیا کہ ایمان کی محبت کو ہمارے دلوں میں جاگزیں کردیا۔ سورۃ الحجرات میں ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِىْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ، اُوْلٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ﴾ (آیت نمبر ۷)

''اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر، فسق اور نافرمانی کو تمہارے لئے ناپسندیدہ بنا دیا۔ یہی لوگ بھلائی پانے والے ہیں۔''

اس آیت میں ایمان کی محبت میں حبِ الٰہی اور حبِ رسولؐ بھی شامل ہے۔

گویا حبِ رسولؐ انعامِ خداوندی ہے اور حبِ رسولؐ ہمارے ایمان کا صرف حصہ نہیں بلکہ عین ایمان ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنی اولاد، اپنے والدین اور باقی تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرتا ہو۔'' (بخاری ومسلم)

سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ (آیت نمبر ۶)

''نبی مؤمنوں کے لئے ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ مقدم ہیں۔''

☆ تحقیق و تخریج ...... مجلس التحقیق الاسلامی

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن ہشام روایت کرتے ہیں کہ

''حضرت عمرؓ آنحضرتؐ سے کہنے لگے: آپؐ میرے لئے، میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپؐ نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب تک میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں تم مؤمن نہیں ہوسکتے۔ سیدنا عمرؓ نے عرض کی: اللہ کی قسم! اب آپؐ میرے نزدیک میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو آپؐ نے فرمایا: اَب، اے عمر! (یعنی اب تم صحیح مسلمان ہو) (فتح الباری:۱/۵۹)

سورۂ توبہ، آیت نمبر ۲۴ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاءُ كم وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ن اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهِ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهِ﴾

''(اے نبی! مسلمانوں سے) کہہ دیجئے! اگر تمہیں اپنے باپ، اپنے بیٹے، اپنے بھائی، اپنی بیویاں، اپنے کنبے والے اور وہ اَموال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے مکان جو تمہیں پسند ہیں؛ اللہ، اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔''

اس آیت میں جن رشتوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان سے انسان کو فطری لگاؤ ہوتا ہے۔ اس لئے انہی چیزوں سے مؤمنوں کے ایمان کا امتحان لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ واضح فرما رہے ہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت، ماں باپ اور دیگر عزیز و اقارب سے زیادہ ہو تب ایمان کا دعویٰ صحیح ہوسکتا ہے۔ اگر یہ رشتہ دار اور کمائے ہوئے مال اور دنیا کی زمین و جائیداد اور تجارت اور پسندیدہ مکانات خدا اور رسولؐ اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب و مرغوب ہیں تو خدا کے عذاب کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

محبت ایک فطری کشش کا نام ہے، ایک ایسا میلانِ نفس جو ہمیشہ پسندیدہ اور مرغوب چیزوں کی جانب ہوا کرتا ہے۔ یہ محبت اگر قرابت داری کی بنیاد پر ہو تو 'طبعی محبت' کہلاتی ہے

اور اگر کسی کے جمال وکمال یا احسان کی وجہ سے ہو تو 'عقلی محبت' کہلاتی ہے اور اگر یہ محبت مذہب کے رشتے کی بنیاد پر ہو تو 'روحانی محبت' یا 'ایمان کی محبت' کہلاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ 'محبتِ طبعی' بھی ہے جیسی اولاد کی محبت باپ سے ہوتی ہے کیونکہ آنحضور ﷺ اُمت کے روحانی باپ ہیں اور آپ کی ازواجِ مطہراتؓ 'روحانی مائیں' جیسا کہ سورۃ الاحزاب میں فرمایا گیا: ﴿وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ﴾ بعض شاذ قراءتوں میں هو أبوهم کا لفظ بھی آیا ہے کہ نبی کریمؐ تمہارے والد کی جگہ پر ہیں۔ تو جس طرح حقیقی باپ سے محبت طبعی ہے اسی طرح آپؐ سے محبت ایک مسلمان کے لئے بالکل فطری امر ہے۔

نبی کریمؐ کا ظاہری وباطنی کمال وجمال

محبت کے اسباب میں سے ایک سبب کمال بھی ہے اور جمال بھی، خواہ ظاہری ہو یا باطنی۔ آپ کا کمال و جمال ظاہری بھی تھا اور باطنی بھی۔ شکل وصورت میں بھی آپ سب سے حسین تھے، جیسا کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

"كان مثل الشمس والقمر (مسند احمد: ۱۰۴/۵)

آپ کا چہرہ آفتاب و ماہتاب جیسا تھا۔"

ربیع بنت معوذ آپؐ کے بارے میں فرماتی ہیں:

"لو رأيت الشمس طالعة (مجمع الزوائد: ۲۸۰/۸)

اگر تم رسول اللہؐ کو دیکھتے تو ایسے سمجھتے جیسے سورج نکل رہا ہے۔"

آپؐ کے باطنی جمال وکمال کا کیا کہنا، آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النّبیینؐ، سید المرسلین، امام الاوّلین والآخرین اور رحمۃ للعالمین بنایا۔ آپؐ کے احسانات اُمت پر بے حد وحساب ہیں بلکہ آپؐ محسن انسانیت ہیں۔ صاحبِ جمال وکمال کے ساتھ محبت رکھنا اور محبت کا ہونا بھی لازمی امر ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ آپؐ کے پاکیزہ اخلاق کے بارے میں فرماتی ہیں:

(پہلی وحی کے موقعہ پر آپ کی دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا) "آپؐ قرابت داروں سے سلوک کرنے والے، درماندوں اور بے کسوں کو سواری دینے والے، ناداروں کو سرمایہ دینے والے، مہمانوں کی خدمت کرنے والے اور مصیبت زدگان کی اعانت کرنے

www.KitaboSunnat.com

والے ہیں۔''   (بخاری: کتاب بدء الوحی حدیث، رقم:۳)

تاریخ میں بہت سے لوگ اپنے کمالات کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ حاتم طائی، اپنی سخاوت؛ نوشیرواں اپنے عدل وانصاف؛ سقراط و بقراط وافلاطون، اپنی دانائی وحکمت کی بنا پر مرجع خلائق اور لائق محبت تھے۔مگر آپؐ کے جملہ کمالات ان سب سے کئی گنا بڑھ کر تھے، حتیٰ کہ تمام انبیا میں جو جو خوبیاں تھیں، وہ تنہا آنحضورﷺ کی ذاتِ اقدس میں تھیں۔ بقولِ شاعر

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری!

☆☆☆ حبِ رسولؐ کے تقاضے ☆☆☆

رسول اللہﷺ کے ساتھ سچی محبت کے کچھ بدیہی تقاضے ہیں، جن میں سے کچھ تو ایسے اُمور ہیں جنہیں بجا لانا ضروری ہے اور کچھ ایسے جن سے اجتناب ضروری ہے۔ ذیل میں ہم ان سب تقاضوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں:

❶ احترام وتعظیم رسولؐ

''ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں'' حبِ رسولؐ کا لازمی اور اہم تقاضا احترامِ رسولؐ ہے۔ یہ تو ایسی بارگاہ ہے جہاں حکم عدولی کی تو کیا گنجائش ہوتی، یہاں اونچی آواز سے بولنا بھی غارت گرِ ایمان ہے۔سورۃ الحجرات کی ابتدائی چار آیات میں آنحضورﷺ کے ادب واحترام کے مختلف پہلو واضح فرمائے گئے ہیں:

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بلا شبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ہی ان کے سامنے اس طرح اونچی آواز سے بولو جیسے تم ایک دوسرے سے بولتے ہو۔ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہوجائیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔بلاشبہ جو لوگ رسول اللہﷺ کے حضور اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے جانچ لیا ہے، ان کے لئے بخشش اور

اجر عظیم ہے۔ اے نبیؐ! جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ اگر یہ لوگ صبر کرتے تا آنکہ آپ ان کی طرف خود نکلتے تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔'' (الحجرات: ۱تا۴)

ان آیات کے نزول کے بعد ایک صحابی ثابت بن قیسؓ جن کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی، ایمان ضائع ہوجانے کے ڈر سے گھر میں محصور ہوکر بیٹھ گئے۔ آپؐ نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا اور جب آپؐ کو اصل صورتحال کا علم ہوا تو ان کو پیغام بھجوایا کہ ''تم اہل دوزخ سے نہیں بلکہ اہل جنت سے ہو جب کہ اس سے پہلے صحابی سے اس بارے میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے یہ جواب دیا تھا:

''میرا بُرا حال ہے، میری آواز ہی آنحضورﷺ سے بلند ہے، میرے تو اعمال اِکارت گئے اور میں تو اہل دوزخ سے ہوجاؤں گا۔'' (بخاری: کتاب التفسیر ؛۴۸۴۶)

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عروہ بن مسعودؓ مکہ والوں کی طرف سے سفیر بن کر آنحضورﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تھا تو واپس جا کر اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے۔عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ کر گیا اور کہنے لگا کہ

''بھائیو! میں تو بادشاہوں کے پاس بھی پہنچ چکا ہوں۔ خدا کی قسم! اس نے کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ لوگ اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسے محمدؐ کی تعظیم ان کے اصحاب کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر وہ تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر گرتا ہے اور وہ اپنے منہ اور جسم پر تبرکاً اس کو مل لیتا ہے۔ وہ جب کوئی حکم دیتے ہیں تو سب لپک کر ان کے حکم کو بجا لاتے ہیں، وضو کرتے ہیں تو اس کا پانی ان کے لئے باعث برکت ٹھہرتا ہے اور اس کو لینے کے لئے چھینا جھپٹی کرتے ہیں۔ وہ بولتے ہیں تو ان کے ساتھیوں کی آوازیں پست ہوجاتی ہیں۔ وہ ان کی طرف گھور گھور کر، آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔'' (بخاری؛ ۲۷۳۱،۲۷۳۲)

دربارِ نبوت میں حاضری صحابہ کرامؓ کے لئے خاص تقریب کا موقع ہوتا، صاف ستھرے کپڑے زیب تن کرتے ، بغیر طہارت کے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اور مصافحہ کرنا گوارا نہ ہوتا، راستے میں کبھی ساتھ ہوجاتا تو اپنی سواری کو آنحضورﷺ کی سواری سے آگے نہ بڑھنے

دیتے۔ غایتِ ادب کی بنا پر کسی بھی بات میں مسابقت گوارا نہ تھی۔ دستر خوان پر ہوتے تو جب آپ کھانا شروع نہ فرماتے کوئی کھانے میں ہاتھ نہ ڈالتا۔ اگر آپ مکان کے نچلے حصے میں قیام پذیر ہوتے تو یہ خیال کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اوپر چل پھر رہے ہیں، انہیں ایک کونے میں اپنے آپ کو قید کرنے کے لئے کافی ہوتا۔

یہ تو تھا آپؐ کی زندگی میں صحابہ کرامؓ کا معمول مگر آپؐ کی وفات کے بعد ہم لوگوں کے لئے آپؐ کی عزت وتکریم کا طریقہ یہ ہے کہ ہم آپؐ سے صدقِ دل سے محبت کریں، آپؐ کے فرمودات پر عمل کریں، اپنی زندگی میں آپؐ کو واقعی اپنے لئے اُسوۂ حسنہ سمجھیں۔ جب حدیث پڑھی جارہی ہو یا سننے کا موقع ہو تو چلانا، شور مچانا منع ہے۔ حدیث کی تعظیم رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے۔

❷ حبِ رسولؐ کا حقیقی معیار...... اطاعتِ رسولؐ

حبِ رسولؐ کا سب سے اہم تقاضا اطاعتِ رسولؐ ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات سے ثابت ہوتا ہے:

① ایک صحابیؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

”یارسول اللہؐ! میں آپ کو اپنی جان و مال، اہل وعیال سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں، جب میں اپنے گھر میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہوتا ہوں اور شوقِ زیارت بے قرار کرتا ہے تو دوڑا دوڑا آپؐ کے پاس آتا ہوں، آپؐ کا دیدار کرکے سکون حاصل کرلیتا ہوں۔ لیکن جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ آپ تو انبیا کے ساتھ اعلیٰ ترین درجات میں ہوں گے، میں جنت میں گیا بھی تو آپ تک نہ پہنچ سکوں گا اور آپ کے دیدار سے محروم رہوں گا۔ (یہ سوچ کر) بے چین ہوجاتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُوْلٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُوْلٰئِكَ رَفِيْقًا ﴾ (سورۃ النساء:۶۹) ”اور جو لوگ اللہ اور

رسولؐ کی اطاعت کریں گے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین، کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔'' (المصباح المنیر فی تہذیب تفسیر ابن کثیر: ص۲۴۳)

صحابی کے اظہارِ محبت کے جواب میں اللہ نے یہ آیت نازل کرکے واضح فرما دیا کہ اگر تم حبِ رسولؐ میں سچے ہو اور آنحضورؐ کی رفاقت حاصل کرنا چاہتے ہو تو رسولِ اکرم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری اختیار کرو۔

② حضرت ربیعہؓ بن کعب اسلمی روایت کرتے ہیں کہ

''(ایک روز) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا: مانگ لو (جو مانگنا چاہتے ہو)۔ میں نے عرض کیا: ''جنت میں آپ کی رفاقت کا طلب گار ہوں۔'' آپ نے فرمایا ''کچھ اس کے علاوہ بھی؟'' میں نے عرض کیا ''بس یہی مطلوب ہے۔'' تو آپؐ نے فرمایا ''تو پھر اپنے مطلب کے حصول کیلئے کثرتِ سجود سے میری مدد کرو۔'' (یعنی میرے دعا کرنے کے ساتھ تم نوافل کا بھی اہتمام کرو تو اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرمائے گا)۔ (صحیح ابوداود:۱۱۸۲)

گویا آپؐ نے واضح فرما دیا کہ اگر میری محبت میں میری رفاقت چاہتے ہو تو عمل کرو۔ یہی حبِ رسولؐ ہے اور معیتِ رسولؐ حاصل کرنے کا ذریعہ بھی۔

③ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ

''یارسول اللہ ﷺ! مجھے آپؐ سے محبت ہے۔ آپؐ نے فرمایا جو کچھ کہہ رہے ہو، سوچ سمجھ کر کہو۔ تو اس نے تین دفعہ کہا، خدا کی قسم مجھے آپؐ سے محبت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے محبوب رکھتے ہو تو پھر فقر وفاقہ کے لئے تیار ہوجاؤ (کہ میرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے) کیونکہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے فقر وفاقہ اس کی طرف اس سے زیادہ تیزی سے آتا ہے جیسی تیزی سے پانی بلندی سے نشیب کی طرف بہتا ہے۔''
(ترمذی:۲۳۵۰)

www.KitaboSunnat.com

گویا جس کے دل میں حبِ رسولؐ ہے، اسے چاہئے کہ آنحضورﷺ کی سنت کی پیروی میں اپنے اندر سادگی، صبر و تحمل، قناعت اور رضا بالقضا کی صفات پیدا کرنے کی سعی کرتا رہے۔

④ فرمانِ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے:

"من أحب سنتي فقد أحبني ومن أحبني كان معي في الجنة"

''جس نے میری سنت سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔'' (تاریخ ابن عساکر:۳/۱۴۵)

⑤ فرمانِ رسول اللہ علیہ والصلوٰۃ والسلام ہے:

"لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به"

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنی خواہشات کو میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ کردے۔'' (مشکوٰۃ للالبانی:۱۶۷)

یعنی کافر اور مؤمن میں تمیز ہی یہی ہے کہ جو اللہ کے رسولؐ کی تابعداری کرے گا وہ مؤمن ہوگا اور جو رسول اللہﷺ کی اطاعت نہ کرے گا، وہ کافر ہوگا جیسا کہ

⑥ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبٰى قالوا يارسول الله ! ومن يأبى قال: من أطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد أبٰى (بخاری:۷۲۸۰)

''میری اُمت کا ہر شخص جنت میں داخل ہوگا، سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ صحابہؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ وہ کون شخص ہے جس نے (جنت میں جانے سے) انکار کیا؟ آپؐ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے انکار کیا۔''

قرآنِ مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے بار بار یہ بات ہمیں سمجھائی ہے۔ مثلاً

① سورۃ النساء میں فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلاَّ لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (آیت نمبر۶۴)

''ہم نے رسول بھیجے ہی اس لئے ہیں کہ اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔''

② سورۃ النساء میں فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (آیت نمبر ۸۰)

''جس نے رسولؐ کی اطاعت کی دراصل اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

③ سورۃ الاحزاب میں فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوْ اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الاٰخِرَ﴾ (آیت نمبر ۲۱)

''تم میں سے جو کوئی اللہ سے ملاقات اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اس کے لئے رسول اللہؐ کی ذات والا صفات میں اچھا نمونہ ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں پر نظر ڈالیں تو آنکھیں کھل جاتی ہیں کہ کیسے انہوں نے حبِ رسولؐ کا حق ادا کیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جسے انہوں نے غور سے نہ دیکھا ہو اور پھر اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھال نہ لیا ہو۔ قاضی عیاضؒ اپنی کتاب 'الشفاء' میں فرماتے ہیں: فقال سفیان المحبة اتباع رسول الله ﷺ

''سفیان ثوری (تابعی) نے فرمایا کہ حبِ رسولؐ کا مطلب درحقیقت اتباعِ رسول اللہ ﷺ ہے۔''

بے شمار آیاتِ قرآنی اور احادیثِ رسولؐ کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ حب رسول ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں قدم قدم پر آپ کی اطاعت کی جائے۔ وہ محبت جو سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنا نہ سکھائے محض دھوکہ اور فریب ہے۔ وہ محبت جو رسول اکرم ﷺ کی اطاعت و پیروی نہ سکھائے محض لفاظی اور نفاق ہے۔ وہ محبت جو رسول اللہ ﷺ کی غلامی کے عملی آداب نہ سکھائے محض ریا اور دکھاوا ہے۔ وہ محبت جو سنتِ رسولؐ کے علم کو سربلند نہ کرے محض بولہبی ہے۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی اوست

③ رضائے قلب

تکمیل ایمان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی صرف ظاہری اطاعت ہی نہیں بلکہ قلبی تسلیم ورضا بھی ضروری ہے۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

① ﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُوْا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء:٦٥)

''نہیں، تمہارے ربّ کی قسم یہ کبھی مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ آپ فیصلہ کریں اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ دل وجان سے اسے تسلیم کرلیں۔''

② حضرت حارث بن عبداللہ بن اوس کہتے ہیں کہ

''میں عمرؓ بن خطاب کے پاس حاضر ہوا اور پوچھا کہ اگر قربانی کے دن طوافِ زیارت کرنے کے بعد عورت حائضہ ہوجائے تو کیا کرے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہونا چاہئے۔ حارث نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے بھی مجھے یہی فتویٰ دیا تھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں تو نے مجھ سے ایسی بات پوچھی جو رسول اللہ ﷺ سے پوچھ چکا تھا، تاکہ میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف فیصلہ کروں۔'' (صحیح ابوداود:۱۷٦۰)

سنت کا علم ہونے کے باوجود مسئلہ دریافت کرنے پر حضرت عمرؓ کی ناراضگی اس بنا پر تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو دلی رضا مندی کے ساتھ کیوں نہیں تسلیم کیا۔ ایک اور حدیث ملاحظہ کریں۔حضرت عروہ بن زبیر روایت کرتے ہیں کہ

③ ''میرے باپ زبیر اور ایک انصاری میں فرہ کے مقام پر پانی پر جھگڑا ہوا۔ آپؐ نے زبیر کو کہا کہ تم اپنے درختوں کو پانی لگا لو۔ پھر اسے ہمسائے کے باغ میں جانے دو۔ یہ سن کر انصاری کہنے لگا: کیوں نہیں، آخر زبیر آپ کے پھوپھی زاد جو ہوئے (اس لئے آپ نے ان کے حق میں فیصلہ کیا ہے)...... یہ سن کر آپ کا رنگ متغیر ہوگیا اور آپ نے زبیر کو کہا: زبیر! اپنے کھیت کو پانی پلاؤ جب تک پانی منڈیروں پر نہ پہنچ

جائے، اس کے لئے پانی نہ چھوڑو۔'' (بخاری:۴۵۸۵)

یعنی جب انصاری نے آپ کے فیصلے کو تسلیم نہ کیا تو آپ کو غصہ آ گیا تو آپ نے انصاف والا حکم جاری فرمایا۔ جب کہ آپ کے پہلے حکم میں دونوں کی رعایت ملحوظ تھی۔

④ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی موجودگی میں اپنی مرضی یا کسی دوسرے کے حکم پر عمل کرنے کی دین اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ سورۃ الاحزاب میں فرمانِ خداوندی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا﴾

''کسی مؤمن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کے اپنے معاملے میں اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ و رسولؐ کی نافرمانی کرے، وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔'' (آیت نمبر ۳۶)

⑤ سورۃ الحشر، آیت نمبر ۷ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوْا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''جو کچھ رسولؐ تمہیں دیں، وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دیں، اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈر جاؤ، وہ شدید عذاب دینے والا ہے۔''

گویا آپ کا حکم اور عمل ہی فیصلہ کن سند قرار پائے اور اس حکم کو ماننے یا نہ ماننے اور اس پر ناگواری کے احساس یا عدمِ احساس پر ہی آدمی کے مؤمن ہونے یا نہ ہونے کا انحصار ٹھہرا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ مؤمن اللہ اور اس کے رسولؐ کے کئے گئے فیصلہ کے متعلق عدم اطمینان کا شائبہ تک دل میں لائے۔ آج کے مسلمانوں کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ وہ حبِ رسولؐ کے اس تقاضے کو کس حد تک نباہتے ہیں؟

4 اتباعِ رسولؐ

اتباع اور اطاعت کے معنی میں یہ فرق ہے کہ اطاعت کا مطلب دیے گئے حکم کی تعمیل کرنا ہے مگر اتباع کا مطلب پیروی کرنا ہے، چاہے اس کام کا باقاعدہ حکم دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا

ہو۔ گویا یہ مقامِ 'خلت' ہے، انتہائے محبت ہے کہ محبوب کی ہر ادا پر قربان ہونے کو جی چاہے۔

آپؐ کے صحابہ کرامؓ کو حضورؐ سے جو والہانہ محبت تھی اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ ہر اس کام کو کرنے کی کوشش کرتے جو حضورؐ نے کیا ہوتا۔ ان کو وہی کھانا پسند ہوتا جو آپؐ کو پسند ہوتا۔ جس مقام پر آپ تشریف فرما ہوتے یا نماز پڑھ لیتے، وہ جگہ بھی واجب الاحترام ہوجاتی اور اس مقام پر وہی عمل انجام دینا وہ اپنی سعادت جانتے، جیسا کہ درج ذیل روایات سے واضح ہوتا ہے:

① موسیٰ بن عقبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ وہ دورانِ سفر راستے میں بعض مقامات تلاش کرتے تھے اور وہاں نماز پڑھتے تھے کیونکہ انہوں نے اپنے والد عبداللہ کو اور انہوں نے اپنے والد عمر کو وہاں نماز پڑھتے دیکھا تھا اور عمرؓ وہاں اس لئے نماز پڑھتے تھے کہ انہوں نے آنحضور ﷺ کو وہاں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ (بخاری:۴۸۳)

② حضرت علی بن ابی طالبؓ سواری پر سوار ہوئے تو دعاے مسنون پڑھنے کے بعد مسکرانے لگے۔ کسی نے پوچھا: امیر المومنین! مسکرانے کی کیا وجہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرمؐ کو دیکھا تھا کہ آپؐ نے سواری پرسوار ہوکر اسی طرح دعا پڑھی، پھر آپؐ مسکرائے تھے۔ لہٰذا میں بھی حضورؐ کی اتباع میں مسکرایا ہوں۔ (ابوداود؛۲۶۰۲)

③ حضرت انسؓ نے دیکھا کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کدو پسند ہیں۔ تو وہ بھی کدو پسند کرنے لگے۔ (مسند احمد:۱۷۷/۳)

④ ایک بار آپؐ نے سرکے کے بارے میں فرمایا کہ سرکہ تو اچھا سالن ہے تو حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ تب سے مجھے سرکے سے محبت ہوگئی ہے۔ (دارمی؛۲۱۸۱)

⑤ ایک بار ایک صحابی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی آپ ﷺ نے دیکھی تو آپ نے اس کے ہاتھ سے اُتار کر دور پھینک دی گویا آپؐ نے اظہارِ ناراضگی کیا۔ آپؐ کے تشریف لے جانے پر کسی نے کہا کہ اس کو اُٹھا لو اور بیچ کر فائدہ حاصل کرلو (کیونکہ حضور ﷺ نے صرف پہننے سے منع فرمایا تھا) مگر اس نے کہا خدا کی قسم! میں اسے کبھی نہیں اٹھاؤں گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے پھینک دیا ہے۔ (مسلم؛۲۰۹۰)

www.KitaboSunnat.com

⑥ مسجدِ نبوی میں خواتین بھی شریکِ جماعت ہوتیں مگر ان کے لئے کوئی دروازہ مخصوص نہ تھا۔ایک روز آپؐ نے ایک دروازے کے بارے میں فرمایا: ''کاش ہم یہ دروازہ عورتوں کے لئے چھوڑ دیتے۔'' حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس شدت سے آپ کی اس خواہش کی پابندی کی کہ پھر تادمِ مرگ اس دروازہ سے مسجد میں داخل نہ ہوئے۔ (............)

⑦ کچھ صحابہ سے بیعت کی شرائط میں یہ نصیحت بھی فرمائی کہ ''لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔'' تو انہوں نے اس شدت سے اس کی پابندی کی کہ اگر اونٹنی پر سوار کہیں جارہے ہوتے اور ہاتھ سے لگام گر جاتی تو اونٹنی کو بٹھا کر خود اپنے ہاتھ سے اس کو اٹھاتے تھے اور کسی آنے جانے والے سے نہیں کہتے تھے کہ اٹھا کر دے دو۔ (مسند احمد:۵/۲۷۷)

'اتباع' کا مکمل مفہوم سمجھنے کے لئے اس مثال پر غور کریں:

کوئی گاڑی کسی گاڑی کے تعاقب میں ہے، اب پیچھے والی گاڑی آگے والی گاڑی پر مسلسل نظر رکھے ہوئے ہے۔ جہاں وہ تیز ہوگی، یہ بھی تیز ہوگی۔ جدھر وہ مڑے گی یہ بھی ادھر مڑے گی۔ جدھر وہ آہستہ ہوگی، یہ بھی آہستہ ہوجائے گی حتیٰ کہ جہاں وہ رک جائے گی پیچھے والی گاڑی بھی رک جائے گی۔ یہ اتباع ہے اور حبِ رسولؐ کا تقاضا صرف اطاعتِ رسولؐ ہی نہیں بلکہ اتباعِ رسولؐ ہے۔

یہ ہماری انتہائی کم نصیبی ہے کہ ہم نے حبِ رسولؐ کو محض میلاد کی محفل منعقد کرنے اور نعتِ رسولؐ بیان کرنے کی حد تک سمجھ لیا اور اطاعت واتباعِ رسولؐ سے بالکل تہی دامن ہوگئے۔ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم حضور پاکؐ کی حیاتِ طیبہ کا ہر پہلو غور سے پڑھیں، سیکھیں، اُسوۂ حسنہ پر عمل کا وہی جذبہ تازہ کریں جو قرونِ اولیٰ میں تھا۔ انہوں نے سچے جذبے، پکے عزم اور خلوصِ نیت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی اختیار کی تو قیصر وکسریٰ کے خزانے ان کے قدموں میں تھے۔

ائمہ کرام اور بزرگوں کی عقیدت میں غلو: جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت میں کسی کو شریک ٹھہرانا ممنوع ہے، اسی طرح نبیؐ کی رسالت اور آپؐ کے واجب الاتباع ہونے میں کسی

www.KitaboSunnat.com

دوسرے انسان کو لانا درست نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ہی یہ مقام ہے کہ آپ معصوم ہیں اور غلطی سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بچا کر رکھا ہے۔ یہ حیثیت آپ کے کسی اُمتی کو حاصل نہیں۔لیکن بعض لوگ ائمہ کرام کے احترام میں اس قدر غلو کرتے ہیں کہ وہ انہیں بھی نبی کی طرح معصوم سمجھنا شروع کردیتے ہیں۔ نبی کریم کا صریح فرمان آنے کے باوجود وہ اپنے امام کی بات ماننے پر ہی مصر رہتے ہیں۔

ائمہ اربعہ یعنی امام مالک، ابوحنیفہ، شافعی اور احمد رحمہم اللہ عنہم کے مدوّن کردہ مسائل اور ان کے بیان کردہ احکامِ دین وشرع درحقیقت اللہ کی کتاب اور سنتِ رسولؐ سے ہی حاصل کردہ ہیں۔اس وجہ سے ان ائمہ عظام کے بیان کردہ فقہ کے مسائل کو اپنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے میں کوئی حرج نہیں۔لیکن جب انہیں کوئی صریح نص یعنی کوئی آیت یا حدیثِ صحیح نہ مل سکے تو پھر یہ قیاس واستنباط کرتے ہیں۔مگر ایسی صورت میں ان سب ائمہ نے اپنے شاگردوں پر واضح کردیا کہ ''جب حدیثِ رسولؐ مل جائے تو ہمارے اقوال کو چھوڑ دینا۔''

بڑی مناسب بات تھی جو انہوں نے فرمائی۔مگر ان کے عقیدت مندوں نے ان کی عقیدت میں ان کے اَقوال کو تو نہ چھوڑا اور احادیثِ رسولؐ کو چھوڑ دیا۔ پھر اسی بنیاد پر اپنے الگ الگ مسلک بنا لئے۔ بے شک یہ سب فروعی مسائل ہیں جن کی بنیاد پر مسالک وجود میں آئے، مگر اُمتِ محمدیہؐ میں تو گروہ بندی ہوگئی جس سے قرآن وحدیث نے شدت سے منع فرمایا تھا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حبِ رسولؐ سے سرشار ہوکر اپنے نقطہ نظر میں لچک پیدا کی جائے اور حتی المقدور احادیثِ رسولؐ کو ہی اپنی زندگی کے تمام معاملات میں بنیاد بنایا جائے۔

آباء پرستی سے اجتناب: اسی طرح اَن پڑھ اور جاہل عوام کی کثیر تعداد اپنے آباء واجداد کی تقلید کو ہی اپنے لئے کافی سمجھتی ہے۔حالانکہ حبِ رسولؐ کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپؐ کے فرمان کے سامنے ہر کسی کی بات ہیچ ہو اور ہر ایسی خاندانی روایت اور معاشرتی چلن، جوکہ اسلام سے متصادم ہیں، چھوڑ دیئے جائیں اور سنتِ رسولؐ کو جاری وساری کیا جائے۔

① سورۃ لقمان آیت نمبر ۲۱ میں ارشادِ خداوندی ہے:

’’جب انہیں کہا جائے کہ جو اللہ نے نازل کیا ہے، اس کی اتباع کرو تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا۔‘‘

② سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۷۰ میں فرمایا:

’’جب انہیں کہا جائے کہ اس کی اتباع کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے، تو کہتے ہیں بلکہ ہم اسی طریقے کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا۔ اگرچہ ان کے آباء نہ کچھ عقل رکھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔‘‘

③ نیز ایسے لوگوں کے بارے میں سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۱ میں فرمایا:

’’یہ گونگے بہرے اندھے لوگ ہیں۔ یہ جانوروں کا ریوڑ ہیں، ان کو کچھ عقل نہیں۔‘‘

حبِ رسولؐ کی صداقت وسچائی کا معیار یہ ہے کہ سنتِ رسولؐ کے علاوہ ہر طریق کو چھوڑ دیا جائے۔ بعض لوگ ائمہ فقہاء کی تقلید میں غیر مسنون افعال انجام دیتے ہیں اور بعض اپنے آباء واجداد کی لکیر کے فقیر بنے رہتے ہیں۔ سنت سے دوری کی کوئی بھی صورت ہو اس سے اجتناب بہر حال ضروری ہے۔

5 درود......صلوٰۃ وسلام

حبِ رسولؐ کے اظہار واثبات کے لئے لازم ہے کہ جب آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نامی پڑھنے، سننے یا بولنے میں آئے تو فوراً صلوٰۃ وسلام وردِ زبان ہوجائے۔ خود اللہ اور اس کے فرشتے بھی آنحضورؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ سورۃ احزاب میں ارشاد ہے:

① ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (آیت نمبر ۵۶)

’’بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر درود وسلام بھیجو۔‘‘

ابو العالیہؒ نے کہا کہ

’’اللہ کی صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے آپ کی تعریف فرماتا ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ سے مراد ہے کہ وہ آپ کے حق میں اللہ سے دعا کرتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یصلون کا معنی یہ ہے کہ برکت کی دعا کرتے ہیں۔''
(بخاری، کتاب التفسیر: باب قولہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علیٰ النبی)

② حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں: ''جب تک تو اپنے نبیؐ پر درود نہ بھیجے، دعا زمین وآسمان کے درمیان معلق رہتی ہے، اوپر نہیں چڑھتی۔'' (صحیح ترمذی للالبانی:۴۰۳)

③ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''وہ شخص بڑا بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔''
(مسند احمد:۱/۲۰۱)

④ ایک بار منبر کی سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہوئے تین بار آپؐ نے آمین آمین کہا تو صحابہؓ کے استفسار پر آپؐ نے فرمایا:
''میرے پاس جبرائیلؑ آئے تھے۔ تین کاموں کے نہ کرنے والے پر انہوں نے اللہ کی لعنت بتائی تو میں نے اس پر آمین کہا۔ ان باتوں میں ایک بات یہ بھی تھی کہ جس مسلمان کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور میں نے اس پر آمین کہا۔'' (مستدرک حاکم:۴/۱۵۳ و بخاری)

درود وسلام درحقیقت ایک دعاے رحمت و برکت ہے اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے سب سے بڑے محسن ہیں جن کے ذریعے ایمان و اسلام کی عظیم نعمت سے ہم سرفراز ہوئے۔ اس احسان کا بدلہ مسلمان کبھی بھی اُتار نہیں سکتے۔ تاہم اتنا ضرور ہونا چاہئے کہ اس عظیم ہستی کی محبت سے سرشار ہوکر ان کے حق میں دعائے رحمت و برکت کیا کریں۔ مگر اللہ کی رحمت کی انتہا دیکھئے کہ اس عمل کو ہمارے لئے بھی انتہا درجہ باعث اجروثواب بنا دیا۔

⑤ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور دس درجے بلند کئے جائیں گے۔''
(مجمع الزوائد:۱۰/۱۶۱)

www.KitaboSunnat.com

⑥ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ
''قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا۔'' (فتح الباری:۱۱/۱۶۷)

درود شریف دراصل ایک مسلمان کا ترانۂ محبت ہے جو وہ اپنے محبوب ﷺ کے حضور پیش کرتا ہے اور نتیجے میں اپنے لئے بھی درجات کی بلندی اور گناہوں کی بخشش کی نوید حاصل کرتا ہے۔ آپؐ کے حضور درود کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ کوئی محفل ہی برپا کی جائے یا کوئی خاص وقت ہی صرف کیا جائے بلکہ یہ چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے اور خاص طور پر جب آپؐ کا نام کا تذکرہ ہو تو فوری 'صلی اللہ علیہ وسلم' کے مبارک الفاظ کے ساتھ یہ نذرانہ آپؐ کے حضور پیش کردینا چاہیے کہ یہی حبِ رسولؐ کا تقاضا ہے۔

6 صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ کی محبت

حبِ رسولؐ کا تقاضا ہے کہ صحابہ کرامؓ اور آپ کے اہل بیت سے بھی محبت ہو۔ کیونکہ آپ ﷺ کو ان سے محبت تھی۔

① صحابہ کرامؓ کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
﴿وَالسَّابِقُوْنَ الاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (سورۃ التوبہ:۱۰۰)
''اور جو مہاجر اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔''

② سورۃ الفتح میں صحابہ کرامؓ کی فضیلت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:
﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾ (سورۃ الفتح:۲۹)
''محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، اور آپؐ کے ساتھی کفار پر سخت اور آپس میں نرم ہیں، آپؐ انہیں رکوع اور سجدے کی حالت میں دیکھیں گے۔ یہ اللہ کے فضل اور رضا کے متلاشی ہیں''

③ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میرے ساتھیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف کرو۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنانا، پس جو ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے، وہ میرے بغض کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔ جو انہیں ایذا دے گا اس نے مجھے ایذا دی۔ جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی، اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا۔'' (مسند احمد:۵۴/۵)

④ حضرت فاطمہ الزہراؓ کے لئے آپؐ نے فرمایا:

''فاطمہؓ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔''

(بخاری تعلیقا فی مناقب قرابۃ رسول اللہؐ و مسلم:۶۲۶۴)

⑤ حضرت حسنؓ، حسینؓ کے بارے میں فرمایا:

"اللهم أحبهما ، إني أحبهما" (بخاری:۳۷۴۷)

''اے اللہ! ان سے محبت فرما! میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔''

⑥ رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی عزت و احترام بھی حبِ رسولؐ کا لازمی تقاضا ہے بلکہ عین منشائے قرآنی ہے۔ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۶ میں فرمایا:

﴿وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ ''آپ کی ازواج مؤمنوں کی مائیں ہیں۔''

صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ کے ساتھ عقیدت و محبت کے حوالے سے مسلم امہ میں افراط وتفریط پائی جاتی ہے اور اسی بنیاد پر اُمت کے دو بڑے فرقے وجود میں آ گئے۔ اہل سنت اور اہل تشیع۔ اوّل الذکر اگرچہ دونوں کی محبت واحترام کے قائل ہیں، مگر تعصب کی بنا پر اہل تشیع یہ کہتے ہیں کہ وہ اہل بیت کو ان کا جائز مقام نہیں دیتے۔ دوسری طرف اہل تشیع کبار صحابہ کرام پر (نعوذ باللہ) تبرا بازی کرتے ہیں۔ اسلامی عقائد کی رو سے صحابہ کرامؓ، اہل بیت اور ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ یکساں طور پر محبت و عقیدت رکھنا لازمی ہے۔ اگر اس معاملے میں فریقین وسعتِ نظر اور وسعتِ قلب سے کام لیں تو حبِ رسولؐ کے نام پر مغائرت دور ہوسکتی اور اُمت متحد ہوسکتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

7 تابعین کرامؒ، محدثین عظامؒ اور فقہاے کرامؒ کا احترام

ہر مسلمان کے دل میں ان کی محبت ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جنھوں نے انتہائی مشقتیں اور تکلیفیں اٹھا کر دین ہم تک پہنچایا۔ حبِ رسولؐ کا تقاضا ہے کہ ان سے بھی محبت کی جائے۔

① قرآنِ پاک میں ان کا تذکرہ سورۃ توبہ میں کیا گیا ہے

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ ......﴾ (آیت نمبر ۱۰۰)

''اور وہ لوگ جنھوں نے اخلاص کے ساتھ ان (صحابہ کرامؓ) کی پیروی کی ہے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔''

② رسول اللہؐ نے فرمایا:

"خيركم قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم"

''سب سے بہتر میرا دور ہے۔ پھر ان لوگوں کا جو اس دور کے بعد ہیں پھر جو ان سے بعد ہیں۔'' (بخاری:۳۶۵۱/ مسلم:۶۴۱۹)

اس حدیث میں تابعین اور تبع تابعین کی فضیلت ثابت ہے۔

علم کی دنیا میں حدیث کے حوالے سے ان کے کارنامے ایسے عظیم الشان ہیں کہ اَغیار بھی خراجِ عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہیں۔ مشہور مستشرق پروفیسر مارگریتھ نے کہا:

''علم حدیث پر مسلمانوں کا فخر کرنا بجا ہے۔''

مستشرق گولڈزیہر نے محدثین کی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کیا:

''محدثین نے دنیاے اسلام کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک، اندلس سے وسط ایشیا تک کی خاک چھانی اور شہر شہر اور گاؤں گاؤں پیدل سفر کیا تاکہ حدیثیں جمع کریں اور اپنے شاگردوں میں پھیلائیں۔ بلا شبہ رحال (بہت سفر کرنے والے) اور جوال (بہت زیادہ گھومنے والے) جیسے اَلقاب کے مستحق یہی لوگ تھے۔''

8 بدعات سے اجتناب

حبِ رسولؐ کا تقاضا ہے کہ بدعات سے بچ کر صرف اور صرف سنت رسولؐ کے چشمہ

صافی سے فیض حاصل کیا جائے۔

بدعت کی تعریف: ہر وہ عمل بدعت کہلاتا ہے جو ثواب اور نیکی سمجھ کر کیا جائے لیکن شریعت میں اس کی کوئی بنیاد یا ثبوت نہ ہو یعنی نہ تو رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود وہ عمل کیا اور نہ کسی کو اس کا حکم دیا اور نہ ہی کسی کو اس کی اجازت دی ہو۔ ایسا عمل اللہ کے ہاں مردود ہے۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے:

"عن عمل عملا ليس عليه أمرنا فهورد" (بخاری تعلیقا: کتاب الاعتصام)

''جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہیں، وہ عمل ردّ ہے۔''

ایک کام کو کرنے کے جتنے بھی طریقے ہوتے ہیں، ان میں سے انسان جو طریقہ اپناتا ہے گویا وہ اس کو پسند کر رہا ہوتا ہے یا وہ اس کو سب سے بہتر جانتا ہے، اسی لئے ترجیح دیتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی سنت کے مقابلے میں بدعت کو اپنا لے تو گویا اس نے قولِ رسولؐ کو چھوڑ دیا اور بدعت کو ترجیح دی۔ یہ حبِ رسولؐ کے منافی ہے۔ حق یہ ہے کہ سب سے فائق و سربلند سنت رسولؐ ہو اور اس پر عمل کو سعادت سمجھا جائے۔

دین کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی چیزیں بدعات ہیں۔ اُمت کے اندر اختلاف کی اصل جڑ بھی یہی بدعات ہیں۔ اسلام کا اصل چہرہ بدعات کی دبیز تہوں میں چھپ جاتا ہے۔ فرمانِ نبویؐ ہے:

''جب کسی بدعت کو اپنایا جاتا ہے تو ایک سنت اُٹھ جاتی ہے۔'' (احمد: ۱۰۵/۴)

قیامت کے روز بدعتی حوضِ کوثر کے آبِ حیات سے محروم رہیں گے۔ سہل بن سعد روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں حوضِ کوثر پر تمہارا پیشرو ہوں گا۔ جو وہاں آئے گا پانی پیئے گا، جو ایک بار پی لے گا اسے کبھی پیاس نہ لگے گی۔ بعض ایسے لوگ بھی آئیں گے جنہیں میں پہچانوں گا اور وہ بھی مجھے پہچانیں گے۔ مگر انہیں مجھ تک آنے سے روک دیا جائے گا۔ میں کہوں گا یہ تو میرے اُمتی ہیں۔ لیکن مجھے بتایا جائے گا: کہ (اے محمدؐ!) آپؐ نہیں جانتے آپؐ

کے بعد انہوں نے کیسی کیسی بدعتیں جاری کیں۔ پھر میں کہوں گا: دوری ہو، دوری ہو ایسے لوگوں کیلئے، جنہوں نے میرے بعد میرے دین کو بدل ڈالا۔'' (بخاری:۷۰۵۰)

پس وہ عبادت و ریاضت جو سنتِ رسولؐ کے مطابق نہ ہو۔ صرف ضلالت اور گمراہی ہے۔ وہ اذکار و وظائف جو سنت رسولؐ سے ثابت نہ ہوں بے کار اور لا حاصل ہیں۔ وہ محنت ومشقت جو حکم رسولؐ کے مطابق نہیں، وہ جہنم کا ایندھن ہے۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ تین صحابہ نے حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے اعمال وعبادت کے بارے میں پوچھا۔ جب انہوں نے بتایا تو صحابہ نے اپنے لئے اسے کم جانا اور آپس میں کہنے لگے ہمیں آپ سے زیادہ عبادت کرنی چاہئے۔ ایک نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی روزہ ترک نہیں کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں شادی نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں ساری رات نماز پڑھوں گا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس بارے میں خبر دی گئی تو آپؐ نے فرمایا:

''میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا ہوں، ترک بھی کرتا ہوں، رات کو قیام بھی کرتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کئے ہیں (یاد رکھو) جس نے میری سنت سے منہ موڑا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔'' (بخاری:۵۰۶۳)

خلاصہ: آخر میں حبِ رسولؐ کے دعویداروں سے یہ بات پھر عرض کرنا ہے کہ اتباعِ سنت اور اطاعتِ رسولؐ صرف چند عبادات تک محدود نہیں بلکہ یہ طاعتِ رسولؐ ساری کی ساری زندگی پر محیط ہے۔ نماز کی ادائیگی میں جس طرح اتباع سنت مطلوب ہے اسی طرح اخلاق و کردار میں بھی اتباع سنت مطلوب ہے۔ جس طرح روزے اور حج کے مسائل میں اتباع سنت ہونی چاہئے۔ اسی طرح کاروبار اور باہمی لین دین میں بھی یہ مطلوب ہے۔ ایصال ثواب، زیارت قبور، شادی بیاہ، خوشی وغمی ہر موقع پر اتباع سنت ضروری ہے۔ منکرات کے خلاف جہاد ہو یا حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا معاملہ ہو۔ سنت رسولؐ ہر جگہ جاری ہونی چاہئے۔ اے اللہ! ہمیں آنحضور ﷺ کی سچی اور عملی محبت نصیب فرما۔ آمین! ☆☆

www.KitaboSunnat.com

نشاۃِ اسلامیہ مولانا محمد الیاس ندوی

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے!

واقعہ ۱۱ستمبر کے بعد مصائب کے بالمقابل دنیا بھر بالخصوص امریکہ میں پیدا شدہ دعوتی مواقع

اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کی طرف سے بالعموم یہ کہا جارہا ہے کہ آج کل وہ عالمی سطح پر جن آزمائشوں سے گذر رہے ہیں، اس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی، لیکن ان کا یہ خیال حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایک سچا مؤمن ومسلم آنے والے مسائل ومصائب کو ہمیشہ دینی واسلامی نقطہ نظر سے دیکھتا ہے۔ دعوتی نظر سے دیکھا جائے تو ان حالات نے ان میں پہلے سے زیادہ خوداعتمادی اور دینی جوش وولولہ پیدا کردیا ہے۔ مسلمانوں کے لئے معاشی وسیاسی نقصان کوئی حیثیت نہیں رکھتا، دین کے لئے مالی قربانی پر ان کے لئے آخرت میں اس سے دوگنے اور بہتر کا وعدہ ہے۔ اسی طرح عددی اعتبار سے مسلمانوں کا جانی نقصان ان کو شہادت کے درجہ پر فائز کردیتا ہے، جس سے زیادہ قابل رشک موت کا اس دنیا میں تصور نہیں کیا جاسکتا، البتہ ان کا دینی ودعوتی نقصان وخسارہ ان کے لئے ہمیشہ لمحہ فکریہ بنا رہا ہے۔

اگر کوئی سیاسی ومعاشی اعتبار سے اس وقت مسلمانوں کو ان کی تاریخ کے بدترین مسائل سے دوچار کہتا ہے، تو یہ بات ماضی کی روشنی میں غلط ہے۔ اس لئے کہ اس سے دس گنا زیادہ مسائل کا ان کو اس سے پہلے سابقہ پڑ چکا ہے، مثلاً ۱۸۵۷ء سے پہلے مسلمان پوری دنیا کے ایک کروڑ ۶۵ لاکھ مربع میل رقبہ پر حکومت کررہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بیسویں صدی کے اوائل تک یہ رقبہ صرف ۴۵ لاکھ مربع میل ہوگیا، یعنی ایک تہائی سے بھی کم۔ ایشیا اور افریقہ کے اکثر ممالک مسلمانوں کے ہاتھوں سے چلے گئے۔ برطانیہ نے سترہ اور فرانس نے سولہ اسلامی ممالک پر قبضہ کرلیا۔ وسطِ ایشیا کی ۲۰ مسلم ریاستیں روس کے قبضہ میں چلی گئیں۔ چین میں چھ مسلم ریاستوں پر کمیونسٹوں کا قبضہ ہوگیا۔ کیا اس طرح کے سیاسی زوال کا مسلمانوں کو اب تک

www.KitaboSunnat.com